تحریکِ نظامِ مصطفیٰ و مقامِ مصطفیٰ کے

دو نامور مجاہد

قائدِ ملت
مولانا شاہ احمد نورانی

مجاہدِ ملت
مولانا عبدالستار خاں نیازی

مرتبہ
مولانا محمد صدیق ہزاروی

مکتبہ قادریہ ○ لاہور

تحریکِ نظامِ مصطفٰے و مقامِ مصطفٰے کے

دو نامور مُجاہد

قائد اہل سُنّت
مولانا شاہ احمد نورانی

مجاہدِ ملت
مولانا عبدالستار خان نیازی

مولانا مُحمّد صدیق ہزاروی

مکتبہ قادریہ ◎ لاہور

کس کا قائد ایسا ہے جو مردِ حق ہو غازی ہو
شاہ احمد نورانی یا عبدالستار نیازی ہو

نام کتاب : ـــــــــــ دو نامور مجاہد
مرتب : ـــــــــــ محمد صدیق ہزاروی
کتابت : ـــــــــــ محمد عاشق حسین ہاشمی، لاہور
تصحیح : ـــــــــــ مولانا عبدالستار نظامی
تعداد : ـــــــــــ دو ہزار
ناشر : مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور
بار : دوم
طابع : ایم منیر قاضی مطبع : ملی پرنٹرز، ۹ سرکلر روڈ لاہور
ھدیہ : ـــــــــــ ۳/۵۰

معاونین : مولانا محمد صدیق ہزاروی، منشی فضل حسین
مولانا سیف الرحمن چترالی، مولانا عبدالستار نظامی

"قومی اسمبلی کے اندر بھی مولانا نورانی کی باغ و بہار شخصیت نے کئی مرتبہ مسکراہٹیں اور قہقہے بکھیر دیے اور سرکاری پارٹی پر ان کی برجستہ چوٹوں پر خود ان چوٹوں کا نشانہ بننے والے بھی جھوم گئے"۔[۱]

قومی اسمبلی میں آپ کی برتری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے روزنامہ "جمہور" لاہور لکھتا ہے:

"منگل چھ مارچ کو قومی اسمبلی کے شام کے اجلاس میں دستوری بل پر عام بحث میں حصہ لینے والے مقررین کی تعداد اگرچہ زیادہ تھی، تاہم میدان جمعیت علماء پاکستان کے تنظیمی اور پارلیمانی قائد مولانا شاہ احمد نورانی کے ہاتھ رہا۔ مولانا کی تقریر، موضوع اور متن کے لحاظ سے انتہائی پُرمتانت اور تاثر انگیز ہونے کے باوجود سارا عرصہ ایوان قہقہہ زار بنا رہا۔ ایوان کے ماحول میں زعفرانی کیفیت پیدا کرنے میں مولانا کی اپنی حسِ مزاح اور حاضر جوابی کا بہت زیادہ دخل تھا۔ ابتدا ہی سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ سرکاری بنچوں والے مولانا کی تقریر کو مذاق ہی مذاق میں اڑا دینے کی کوشش کریں گے۔ لیکن نورانی میاں بھی کچی گولیاں نہیں کھیلے تھے۔ انہوں نے چوکھی لڑی اور حقیقت یہ ہے کہ اپنے حریفوں کو چاروں شانے چت گرا دیا اور خدا لگتی بات یہ ہے کہ میدان مار لیا۔"[۲]

قادیانیت پر پہلی ضرب

۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں عبوری آئین پر تقریر کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے اسلام و ختم نبوت کے تحفظ کی پہلی آواز (اسمبلی میں) بلند کی۔ آپ نے فرمایا:

---

[۱] ہفت روزہ استقلال، ۲ - ۸ جولائی ۱۹۷۳ء

[۲] روزنامہ جمہور لاہور، ۹ مارچ ۱۹۷۳ء (ملخصاً)

جو آئین ہمارے سامنے عمدہ فریم میں سجا کر پیش کر دیا گیا ہے، اس میں اسلام کو قطعاً کوئی تحفظ نہیں دیا گیا۔ میں اس دستور کو معزز ایوان کے لیے قابلِ قبول نہیں سمجھتا ہوں اور اس دستور کی مخالفت کرتا ہوں۔ اس دستور میں یہ بھی لکھا ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہوگا، مگر مسلمان کی تعریف کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے۔ ہر شخص مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ ماننے والا ہمارے نزدیک مسلمان نہیں ہے اور جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے، ہم ان کو مسلمان نہیں سمجھتے، تو پھر یہ کیسے چور دروازے سے اگر اسلام کے نام پر حکمران بن سکتے ہیں اور تباہی کا سامان پیدا کر سکتے ہیں [1]

اس پر وفاقی وزیر مولانا کوثر نیازی نے اعتراض کرتے ہوئے کہا،

"علماء میں جو اختلافات موجود ہیں ان کی بناء پر ایک عالم دوسرے عالم سے مسلمان کی تعریف میں متفق نہیں ہے، میں اس وقت بھی چیلنج کرتا ہوں کہ علماء مسلمان کی کوئی متفقہ تعریف اس ایوان کے سامنے پیش کریں، ہم اسے منظور کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

جمعیت علماء پاکستان کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر علامہ عبدالمصطفےٰ الازہری نے کوثر نیازی کا چیلنج قبول کرتے ہوئے فرمایا: "میں اپنی جماعت کی طرف سے اس بات کو قبول کرتا ہوں اور جو چیلنج مولانا کوثر نیازی صاحب نے دیا ہم اس کو قبول کرتے ہوئے علماء کے نزدیک مسلمان کی متفقہ تعریف پیش کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہیں [2]"

اجلاس کے خاتمہ پر رات کو علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے کمرے میں مجاہدِ ملت

---

[1] ملخصاً روداد قومی اسمبلی مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹، بحوالہ شاہ احمد نورانی"

[2] " " " " " ۱۴۱ بحوالہ کتاب "

[3] " " " " " ۱۵۲ " " "

عبدالستار خان نیازی (مرکزی جنرل سیکرٹری جمعیت علماء پاکستان)، مولانا محمد علی رضوی (سابق ایم۔این۔اے) مولانا غلام علی اوکاڑوی (صدر جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب) اور علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری (سابق ایم۔این۔اے) سر جوڑ کر بیٹھے۔ علامہ ازہری نے مسلمان کی مختصر اور جامع تعریف پیش کی جسے سب نے پسند کیا۔ رات ۱/۲ ۱ بجے علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، جمعیت علماء اسلام کے مولانا عبدالحکیم کے پاس گئے۔ مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) نے اس تعریف کو جامع قرار دیا اور طے ہوا کہ چونکہ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری اور مولانا شاہ احمد نورانی تقریر کر چکے ہیں اور کوثر نیازی کے چیلنج کا جواب دیتے ہوئے علماء کی طرف سے اتفاق رائے ضروری ہے، اس لیے مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) یہ تعریف پیش کریں، چنانچہ انہوں نے ۱؍ اپریل کو اسمبلی میں یہ تعریف پیش کی جو اسمبلی کی کارروائی کے صفحہ ۳۵۴ پر موجود ہے [1]

قومی اسمبلی کے اندر علامہ شاہ احمد نورانی کی قادیانیت پر یہ پہلی ضرب تھی جس نے بالآخر تحریک کی صورت اختیار کی اور قادیانی اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ اس کارروائی کے پیش نظر اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کا سہرا جہاں پاکستان کے علماء، وکلاء، طلباء اور عوام کے سر ہے۔ اس کا اولین کریڈٹ علامہ شاہ احمد نورانی کو جاتا ہے جنہوں نے سب سے پہلے ایم ایم احمد کی ملک دشمنی سے قوم اور وقت کے سربراہ کو بروقت خبردار کیا اور قومی اسمبلی میں مسلمان کی تعریف پیش کر کے مرزائیوں کا چور دروازہ بند کر دیا۔

تاریخی خطاب

---

[1] روداد قومی اسمبلی ۱۵؍ اپریل ۱۹۷۲ء مسلمان کی تعریف : مولانا شاہ احمد نورانی

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں کامیابی کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کو استقبالیہ دیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ الحمدللہ! ہم نے اپنے منشور کے ایک حصہ یعنی "مقام مصطفےٰ کا تحفظ" کو منوالیا ہے اور دوسرے حصے کے لیے تحریک جاری ہے اور جب تک اس ملک میں نظام مصطفےٰ نافذ نہیں ہوجاتا، یہ تحریک جاری رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے مرد مومن کی زبان سے نکلے ہوئے نعرے کو اس قدر مقبولیت عطا فرمائی کہ آج پاکستان کے ہر شہری اور ہر جماعت کی زبان پر یہی پُرکیف نعرہ موجود ہے۔

نورانی کی نورانی والدہ

تحریک نظام مصطفےٰ کے دوران جب جیل کی کوٹھڑی میں علامہ شاہ احمد نورانی کو سخت تکالیف میں مبتلا کیا گیا، تو ملک بھر سے آپ کی ضعیف والدہ کے پاس تاریں اور پیغامات آنے شروع ہوئے جن میں افسوس کا اظہار کیا گیا، لیکن نورانی کی نورانی والدہ نے بجائے افسوس کرنے کے اخبارات کو ایک ایسا ولولہ انگیز بیان جاری کیا جس نے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی ماؤں کی یاد تازہ کردی۔ وہ بیان یہاں لفظ بہ لفظ نقل کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان ماؤں کے لیے خضر راہ ثابت ہو۔

روزنامہ "جنگ" کراچی نے "مولانا نورانی کی والدہ کا بیان" کے عنوان سے لکھا:

"جمعیت علماء پاکستان" کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی ۸۰ سالہ والدہ محترمہ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ مجھے گزشتہ چند روز کے اندر سینکڑوں ٹیلی فون اور پیغامات ملے ہیں جن میں میرے لڑکے کے ساتھ کی جانے والی زیادتیوں کے سلسلے میں استفسار کیے گئے تھے اور اظہار ہمدردی کیا گیا تھا، میں ان تمام لوگوں کو جو نورانی میاں کے ساتھ ہونے والی

"اسلام کی دی ہوئی عزت ہی کافی ہے۔"[1]

اور بقول مولانا شبیر احمد ہاشمی "شہید گنج کی تحریک کے بچے کھچے مال سے بہت سے لوگ بہت کچھ بن گئے۔ ختمِ نبوت کی تحریک نے بہت سے لامکانوں کو جاگیروں کا مالک بنا دیا ہے۔ بہت سے (بقولِ مرزا ادیب و احسان دانش) بیسہ اخبار کے ہوائی چپل چٹخانے اور گردن لہرانے والے قلاش یہاں ہوٹلوں اور پریسوں کے مالک بنے، لیکن مولانا نیازی کا یہ عالم ہے کہ

ع قلندر جز دو حرف لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا

انہوں نے اپنی خاندانی جائداد کو نظامِ مصطفٰے کے لیے قربان کیا ہے، لیکن ضمیر کا سودا نہیں کیا ہے۔"

نظامِ مصطفٰے کے لیے مساعی کا آغاز

۱۹۵۱ء میں علامہ نیازی دوسری بار صوبائی اسمبلی کے عمومی انتخاب میں میانوالی سے ہی ایم ایل اے منتخب ہوئے اور اپوزیشن کے بنچوں پر بیٹھ کر اسمبلی میں پردہ بل پیش کیا۔ حرمتِ سود، مسئلہ کشمیر اور زراعت وغیرہ ملی مسائل پر تقاریر کیں۔ ہر قسم کے مصائب و آلام کی پرواہ کیے بغیر اسلام کا جھنڈا بلند رکھا۔ اسمبلی کے باہر حضرت محدث علی پوری اور پیر صاحب مانکی شریف رحمہما اللہ کے ساتھ مل کر نظامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لیے ملک گیر دورے کیے۔

۱۹۵۲ء میں جب بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے رپورٹ B.P.C. Report پیش کی اور صدرِ مملکت کے مسلمان قرار دیے جانے کے باوجود مسلمان کی تعریف نہ کی[2] تو علامہ نیازی نے بحیثیت داعیٔ خلافت پاکستان گروپ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے چھ مثبت اور تین منفی اصول، اساسِ آئین کے طور پر پیش کیے، جو یہ تھے:

---

[1] ماہنامہ فیضان لاہور، فروری ۱۹۷۸ء، ص ۳۶

[2] محمد صادق قصوری، ہ‍ر تحریک پاکستان، ص ۱۲۹

قرآن مجید میں ظلم، اکتناز، احتکار اور سود کی ممانعت اور قارون کی مثال دولت کے ناجائز استعمال یا ذخیرہ کا مفہوم واضح کر دیتی ہے۔

۳۔ امتناع یزیدیت تلبیس دین اور منافقت کی ممانعت

اسلامی اصطلاحات کسی شخص یا گروہ یا طبقہ کے غیر اسلامی اعتقادات، مفاد یا تجاویز کے تحفظ، تقویت یا فروغ کے لیے استعمال نہ کی جائیں گی۔ عدالتِ متعلقہ ہر مقدمہ میں فیصلہ کرے گی کہ آیا کسی قول، فعل یا رویہ سے دین کی تلبیس کا ارتکاب ہوتا ہے یا نہیں۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا مقابلہ کرے جو اسلامی اصطلاحات کو ناجائز مقاصد کے لیے آڑ بنا کر استعمال کر رہی ہو، بشرطیکہ متعلقہ عدالت میں اسلام کا ناجائز استعمال اور مقابلہ کے طریقہ کی موزونیت ثابت ہو جائے۔

قرآن مجید میں منافقت کی ممانعت اور اسلامی تاریخ میں یزید کی مثال واضح کر دیتی ہے کہ اسلامی اصطلاحات کے اصل مفہوم سے ہٹ کر ان کے ناجائز استعمال کا مفہوم کیا ہے۔

تحریک ختمِ نبوت

اپنے مسودۂ آئین میں علامہ نیازی نے قومیت کی اساس عقیدۂ ختمِ نبوت پر رکھی تھی اور غیر مسلموں کے لیے ذیلی ایوان تجویز کیا تھا۔ گویا آپ کا مسودۂ آئین بی پی سی رپورٹ پر زبردست تنقید تھی اور یہی تنقید بالآخر تحریک تحفظِ ختمِ نبوت کی اساس بنی۔[1]

---

[1] ۱۹۵۳ء کی تحریک ختمِ نبوت کی اساس حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی کا مسودۂ آئین بنا اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ختمِ نبوت کی اساس حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کی وہ تحریک بنی جس کے ذریعے آپ نے آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرائی، وہ تحریک کا آغاز تھا اور یہ منتہیٰ۔

برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں آل مسلم پارٹیز کنونشن منعقد ہوا۔ اس کنونشن نے کراچی کے مرکزی کنونشن کے لیے مندوبین منتخب کیے۔ ۲۰، ۲۱ جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں مرکزی کنونشن منعقد ہوا، جس میں یہ مطالبات مرتب کیے گئے:

۱۔ وزیر خارجہ سر ظفر اللہ کو برخاست کیا جائے۔

۲۔ قادیانیوں کو کافر اقلیت قرار دی جائے۔

۳۔ قادیانیوں کو کلیدی اسامیوں سے الگ کیا جائے۔

تحریکِ ختمِ نبوت میں آپ نے مثالی کردار ادا کیا۔ آپ کو اس تحریک میں خصوصیت حاصل تھی، وہ یہ کہ آپ اسمبلی کے ممبر تھے۔ نیز تحریکِ پاکستان میں کام کرنے کی وجہ سے مسلم لیگی کارکنوں سے آپ کے گہرے تعلقات تھے۔

مجلس عمل تحفظ ختمِ نبوت نے کراچی میں کنونشن کیا، تو اس کے تیرہ نمائندوں میں آپ کا نام بھی تھا، لیکن آپ کو اس میں شامل نہ کیا گیا، کیونکہ انہیں آپکی تیزیٔ طبع کی وجہ سے خطرہ تھا کہ وقت سے پہلے تصادم نہ ہو جائے۔

جب تحریک تیز ہوئی اور مجلسِ عمل کے نمائندے خواجہ ناظم الدین سے کراچی میں ملاقات کرنے گئے، تو مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۵۳ء کو انہیں گرفتار کر لیا گیا۔

دولتانہ نے ایک سازش کے تحت کہا کہ میں تمہاری تحریک سے متفق ہوں اور تمہارا مطالبہ آئینی ہے، لہذا مرکز سے رجوع کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قائدین جن میں علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری صدر مجلس مولانا عبدالحامد بدایونی اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری شامل تھے، گرفتار ہو گئے۔

حکومت نے رضاکاروں کو منزلِ مقصود (کراچی) تک نہ پہنچنے دیا اور ہر طرف سے رکاوٹیں کھڑی کر دیں، تو علامہ نیازی نے فرمایا کہ لاہور سے ۸۰۰ میل دور کراچی میں جا کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس سے تحریک کو فائدہ نہیں پہنچے گا۔ میاں دولتانہ غلط کہتا ہے کہ وہ اس تحریک سے متفق ہے۔ اگر ایسا ہے، تو وہ صوبائی اسمبلی میں جا کر قرارداد

پاس کرے"۔

لہٰذا کراچی والے کراچی میں، پنجاب والے پنجاب میں اور سرحد والے سرحد میں کام کریں۔ اس طرح یہ تحریک ملک گیر صورت اختیار کرے گی اور صوبے مجبور ہو کر مرکز پر دباؤ ڈالیں گے۔ آپ نے مرکزی قیادت سے رابطہ پیدا کر کے ایک جامع پروگرام کے تحت لاہور کو مرکز بنایا اور یہیں سے گرفتاریاں دینا شروع کیں۔

۳ مارچ ۱۹۵۳ء کو آپ نے اپنا مرکزی دفتر مسجد وزیر خان میں قائم کیا۔ آپ کی کوشش یہ تھی اور آپ نے لوگوں کو بھی یہی ہدایت دی کہ مثبت نعرے لگائیں اور تصادم سے گریز کریں، جبکہ حکومت تصادم چاہتی تھی۔ حکومت نے گڑبڑ پیدا کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔ تحریک میں شریک ہونے والا ہر شخص ناموسِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کی نیت سے آتا تھا۔

۴ مارچ کی صبح کو آپ نے سو سو کی تین جماعتیں مسجد وزیر خان میں ترتیب دیں۔ ان میں سے ایک جتھے کو ضلع کچہری، ایک کو سیکرٹریٹ اور ایک کو گورنر ہاؤس جانا تھا۔ آپ نے ان کو ہدایت کی تھی کہ پُرامن رہیں اور پولیس سے متصادم نہ ہوں۔ اگر پولیس والے راستے میں حائل ہوں، تو راستہ بدل لیں، مگر گورنر ہاؤس جانے والے جتھے کو پولیس نے چوک دال گراں میں روک لیا۔ رضاکاروں نے راستہ بدلنے کی بجائے زمین پر لیٹ جانے کا فیصلہ کیا۔ پولیس نے بے تحاشا لاٹھیاں برسائیں۔ فردوس علی شاہ ڈی ایس پی نے ایک نوجوان کو ٹھوکر ماری، تو اس کے گلے میں لٹکی ہوئی حمائل شریف دُور جا گری۔ نوجوان تڑپ کر حمائل شریف اٹھانے کو اٹھا تو ظالم ڈی ایس پی نے پورے زور سے ڈنڈے برسائے۔ اس جتھے سے کچھ لوگ گرفتار ہوئے اور کچھ واپس لوٹ آئے، جبکہ دوسرے دونوں جلوس بخیریت منزلِ مقصود تک پہنچے۔

ان دنوں لاہور میں روزانہ دو جلسے ہوا کرتے تھے۔ ایک جلسہ نمازِ عصر سے پہلے دہلی دروازہ سے باہر اور دوسرا بعد نمازِ عشاء مسجد وزیر خان میں۔ مولانا نیازی دونوں جلسوں سے خطاب

کرتے تھے۔ ڈی ایس پی فردوس علی شاہ آپ کو گرفتار کرنے کے لیے آیا، تو رضا کاروں نے اسے دروازے پر روک لیا اور ساتھ ہی ڈی ایس پی کو ایک رضا کار نے چھُرا گھونپ کر قتل کر دیا۔

اس واقعے کے بعد پولیس نے مجاہدین پر بے تحاشہ تشدد کیا اور بے حد فائرنگ کی۔ قادیانی بھی فوج اور پولیس کی وردی میں باہر سے آکر فائرنگ میں شریک ہوئے۔ اس موقع پر مسلمان کارکنوں نے بے پناہ قربانیاں پیش کیں۔ دہلی دروازہ کے باہر چار نوجوانوں کی ڈیوٹی تھی۔ پولیس نے ایک ایک کر کے چاروں کو گولی کا نشانہ بنایا۔ ایک جلوس مال روڈ سے آرہا تھا۔ اس کے نعرے صرف لا الٰہ الا اللہ، نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت تھے۔ وہاں زبردست فائرنگ ہوئی، لیکن نوجوان سینہ کھول کھول کر سامنے آتے رہے اور جامِ شہادت نوش کرتے رہے۔[۱]

مارشل لاء

۶ مارچ کو حکومت نے شرارت کے لیے ایک پوسٹر نکالا جس میں یہ اعلان کیا کہ آج مولانا عبدالستار خان نیازی نمازِ جمعہ شاہی مسجد میں پڑھائیں گے۔ ان کا مقصد مجاہدین کی قوت کو تقسیم کرنا تھا، لیکن آپ نے ایک جیپ کے ذریعے شہر میں اعلان کر دیا اور پوسٹر کی تردید کی، اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔

اسی روز نمازِ جمعہ کے وقت خلیفہ شجاع الدین (سپیکر صوبائی اسمبلی)، بیگم سلمٰی تصدق حسین اور بعض دوسرے اکابرِ شہر کا ایک وفد گورنر پنجاب مسٹر چندریگر کا پیغام لایا کہ صوبائی حکومت تحریک کے مطالبات سے اتفاق کرتی ہے اور اس سلسلے میں ایک وزیر اور ایک اعلیٰ افسر کو مرکزی حکومت سے بات چیت کرنے کے لیے کراچی بھیج دیا ہے۔

---

[۱] ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، ختم نبوت نمبر، ص ۹۰